رجسٹرڈ نمبر ایل ۸۳۵

قُلْ اِنَّ الْفَضْلَ بِيَدِ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ

دیں کی نصرت کے لئے اک آسماں پر شور ہے | عَسٰۤى اَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا | اب گیا وقت خزاں آئے ہیں پھل لانے کے دن

الفضل

دنیا میں ایک نبی آیا پر دنیا نے اسکو قبول نہ کیا لیکن خدا اسے قبول کریگا اور بڑے زور آور حملوں سے اسکی سچائی ظاہر کر دے گا۔ (الہام حضرت مسیح موعود)

چندہ غیر ممالک سے سات روپے

میں تیری تبلیغ کو زمین کے کناروں تک پہونچاؤں گا۔ (الہام حضرت مسیح موعود)

فہرست مضامین

جلد ۴ | مورخہ ۷ اپریل ۱۹۱۷ء | شنبہ | مطابق ۱۴ جمادی الاخری ۱۳۳۵ھ | نمبر ۷۹

مدینۃ المسیح (علیہ السلام)

مورخہ ۲۰ مارچ بروز جمعہ جناب ڈپٹی کمشنر صاحب ضلع گورداسپور قادیان میں تشریف لائے اور سرسری طور پر لائبریری ریویو آف ریلیجنز وغیرہ کا ملاحظہ فرمایا۔

۔ مرکو احمدیہ کانفرنس کا جلاس صبح ۹ بجے سے ایک بجے تک تعلیم الاسلام ہائی سکول کے ہال میں زیر صدارت حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح منعقد ہوا۔ جسمیں حضور نے افتتاحی تقریر فرمائی جسے انشاء اللہ آئندہ صحیح کیا جائیگا۔ اسکے بعد اسسٹنٹ سیکرٹری صاحب صدر انجمن احمدیہ نے مختصر طور پر احمدیہ کانفرنس کی گذشتہ تاریخ بیان کی۔ اور آنیوالے احباب کا شکریہ ادا کرتے ہوئے کارروائی کا آغاز کیا۔ اس اجلاس میں احمدیہ کالج کے اور ان طلباء کی دینی تعلیم کے متعلق جو اسوقت کالجوں میں تعلیم پاتے ہیں غور و خوض ہو۔ معاملہ کے لئے بالآخر ایک ریزولیوشن پاس کیا گیا۔

اخبار احمدیہ

بمبئی میں جناب مفتی صاحب کے لیکچر

برادر عمر الدین صاحب نے جناب مفتی محمد صادق صاحب کے ان لیکچروں کی رپورٹ برائے اندراج اخبار بھیجی ہے جو آپ نے لنڈن جاتے ہوئے اپنے چند روزہ قیام کے دوران میں بمبئی میں دیئے۔ جسے خلاصۃً درج ذیل کیا جاتا ہے:۔

جناب مفتی صاحب کا ایک لیکچر انجمن ضیاء الاسلام بمبئی نے اپنے اہتمام سے کرایا۔ جسمیں سامعین کی کثرت تھی مفتی صاحب نے اسلام کی خصوصیات و فضائل پر لیکچر دیا اور حضرت اقدس مسیح موعود کے وجود کو پیش کیا۔ حاضرین پر ایک محویت کا عالم طاری تھا۔ اور ہر طرف سے جزاک اللہ کی صدائیں آرہی تھیں ❊

دوسرے دن جناب مفتی صاحب ایک مسیحی ہال میں پہونچے۔ وہاں بڑا مجمع تھا۔ عیسائی لیکچرار سے بحث ہوئی عصمت انبیاء مضمون زیر بحث تھا۔ عیسائی مناظر نے بالآخر کہا کہ اگر میں جواب نہیں دے سکا۔ تو اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ ہمارا مذہب جھوٹا ہے۔ صدر جلسہ نے کہ وہ بھی عیسائی تھا کہا۔ مفتی صاحب نے ایسے پتھر (اعتراض) ہم پر رکھدئے ہیں جو ہم سے اٹھ نہیں سکتے ❊

۱۸ مارچ تھیوسفیکل ہال میں جناب مفتی صاحب نے احمدیت کی تبلیغ فرمائی ❊

جناب مفتی صاحب کے ہاتھ پر ایک مرہٹہ جس کا نام کاشی ناتھ تھا اور بعد میں فضل الٰہی رکھا۔ مسلمان ہوا ❊

دہلی سے دو گریجوایٹ داخل سلسلہ ہوئے

حضرت اقدس خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ بنصرہ کے حضور دو صاحبان کے خط موصول ہوئے ہیں۔ ایک صاحب مقصود علی صاحب ہیں جو

(باہتمام شیخ عبدالرحمٰن صاحب قادیانی پرنٹر و پبلشر ضیاء الاسلام پریس قادیان میں چھپا)

ایم۔ اے کلاس میں تعلیم پاتے ہیں۔ اور دوسرے صاحب فیروز الدین صاحب ہیں۔ جو بی۔ اے کلاس میں تعلیم پاتے ہیں۔ خدا تعالےٰ استقامت بخشے ٭

درخواست دُعا برادر عبدالغفور صاحب سانبھر بعض مشکلات میں ہیں۔ انکے لئے دعا کی جائے ٭

نمازِ جنازہ برادر مراد بخش صاحب جہانسی سے اپنے بھائی عبدالعزیز صاحب کے متعلق لکھتے ہیں کہ وہ ملازم ہوکر دہلی گئے تھے۔ وہاں کسی شخص نے انکو قتل کر دیا۔ جہاں قتل ہوئے وہ ویران سی جگہ ہے۔ تحقیقات ہو رہی ہے۔ مرحوم کا جنازہ غائب پڑھا جائے ٭

برادر علی اکبر صاحب اپنے والد صاحب کے فوت ہونے کی اطلاع دیکر نماز جنازہ کی درخواست کرتے ہیں ٭

ضلع لائل پور کی تبلیغی رپورٹ مولوی عبداللطیف صاحب مبلغ و مستری عبدالرحمٰن صاحب نے گذشتہ ماہ میں جو تبلیغی دورہ کیا۔ انکی رپورٹ حسب ذیل ہے ۔ ۱۲ر مارچ کو گوکھووال پہونچے۔ رات کو مولوی صاحب کا لیکچر ہوا۔ ۱۳ر کی صبح کو احمدیہ گرلز سکول کا معائنہ کیا گیا۔ سکول کی حالت نہایت عمدہ ہے۔ لڑکیاں ۲۸ میں سے ۲۶ حاضر تھیں۔ جماعت اول نے گو چار سیپارے پڑھے ہوئے ہیں لیکن قرآن شریف ہر جگہ سے پڑھ سکتی ہیں۔ لکھائی پڑھائی نہایت عمدہ ہے۔ خوشخط لکھنے درجہ کی ہیں۔ سلائی کا کام اور کھانا پکانا وغیرہ سب کچھ سکھلایا جاتا ہے۔ مکان سکول کافی اور ستھرا ہے۔ مولویصاحب کا کام نہایت تسلی بخش ہے۔ ۱۴ر کو ۲۳ روپے چندہ وصول ہوا اور پندرہ وعدہ ۱۵ کا۔ وہاں سے سرگودہ پہونچے۔ انہیں تحریک کیگئی کہ وہ انجمن ضلع کے ساتھ شامل ہوجاویں۔ ۱۵ر کو کھووالی پہونچے۔ انجگہ معلوم ہوا کہ موضع کسلا میں ایک احمدی عورت رہتی ہے اسکے سب رشتہ دار بلکہ خاوند تک مخالف ہیں۔ مستری صاحب معہ مبلغ صاحب وہاں پہونچے اس عورت سے ملاقات کے خواہاں ہوئے۔ اس نے خوشی سے اجازت دی۔ اور اس سے گفتگو ہوتی رہی۔ اور انکی لڑکیوں اور بہوؤں کو تبلیغ کی گئی۔ اس عورت کا عبادت خانہ جو ایک الگ کوٹھڑی ہے۔ دکھلایا گیا یہ احمدی عورت نہایت سادہ اور نیک ہے۔ اسکے سب گھر والے اُسے بابرکت سمجھتے ہیں۔ اس نے ایک روپیہ چندہ دیا۔ جزاہا اللہ۔ رات کو موضع تکونڈی گئے۔ مولوی صاحب کا لیکچر چودھری غلام علی صاحب کے مکان پر ہوا۔ لیکچر نہایت خیر وخوبی سے ختم ہوا۔ چودھری صاحب نے پندرہ روپے چندہ دیا۔ اور مستری صاحب نے صداقت مسیح موعود پر لیکچر دیا۔ حاضرین نہایت توجہ اور شوق سے سنتے رہے۔ ۱۹ر کو مستری صاحب نے ایک احمدی اور غیر احمدی کے مقدمہ کا انکی باہمی رضامندی سے فیصلہ کر دیا۔ اور فریقین نے اس فیصلہ کو درست تسلیم کیا ٭

سکرٹری انجمن احمدیہ لائلپور

زار کی حالتِ زار

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زار رُوس کے متعلق وہ پیشگوئی جس کا ذکر ہم تفصیل کے ساتھ کسی گذشتہ پرچہ میں کر چکے ہیں۔ موجودہ انقلاب روس کے وقت ایسی صفائی کے ساتھ پوری ہوئی ہے کہ کسی سمجھدار انسان کو اسکی صداقت کا اعتراف کئے بغیر چارہ نہیں۔ اور ذیل کے الفاظ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمرہ

ع زار بھی ہوگا تو ہوگا اس گھڑی باحالِ زار

کی حرف بحرف تصدیق کر رہی ہے۔ چنانچہ اخبار العصر میں ایک مشہور شاعر چودھری دلارام صاحب کوثری نے زار روس کی حالت زار کا جو نقشہ کھینچا ہے۔ وہ ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔ کیا ہم امید رکھ سکتے ہیں کہ حق پسند انسان اس سے فائدہ اُٹھائینگے۔ اور خدا تعالےٰ کے فرستادہ حضرت مرزا غلام احمد صاحب کو قبول کرنے کی سعادت حاصل کرینگے جنکے قلم سے نکلے ہوئے الفاظ آج ۱۰ سال کے بعد حرف بحرف پورے ہو رہے ہیں ٭

اگرچہ یہ نظم اس لحاظ سے بہت زیادہ قابل توجہ ہے کہ ایک غیر کی کہی ہوئی ہے۔ لیکن ہم اپنے شاعران شیرین بیان کے متعلق اظہار افسوس کئے بغیر نہیں رہ سکتے۔ کہ انہوں نے ابھی تک کوئی توجہ نہیں فرمائی۔ حالانکہ ہم سے زیادہ وہ اس امر سے آگاہ ہونگے کہ بعض اوقات ایک مصرع وہ کام کر جاتا ہے۔ جو بیسیوں صفحات نثر سے نہیں ہو سکتا اب بھی وقت ہے۔ کہ اس طرف متوجہ ہوں ٭

(ایڈیٹر)

وہ تخت ہے نہ تاج نہ شہر و دیار ہے
افسوس زار روس کا کیا حال زار ہے

قبضے میں اب نہ ملک نہ دولت نہ فوج ہے
آرام ہے نہ قصر نہ امان حصار ہے

کل جس کا اختیار تھا سولہ کروڑ پر
آج اپنی جان سے بھی وہ بے اختیار ہے

روتی ہے زار زار جو زارینا زار کی
اس غم سے زارِ زار بھی زار و نزار ہے

اقبالِ زارِ زار کا زیر و زبر ہوا
وہ زور ہے نہ زر ہے نہ عز و وقار ہے

بیزار زارِ زار ہے اب جانِ زار سے
آزار و غم بڑا ہے کہ دل بیقرار ہے

رب مطلق العنانیاں مسدود ہو چکیں
بازارِ زار کا نہ کہیں رہگذار ہے

بلٹی جو کایا روس کی تو سُورٹن گیا
جمہورِ سلطنت میں بڑا اقتدار ہے

کیا کوثری غریب کو راحت نصیب ہو
دنیا میں زار روس بھی زار و نزار ہے

[illegible]

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الفضل

قادیان دارالامان - ۷ - اپریل ۱۹۱۷ء

حضرت مسیح موعودؑ کی نبوت کے متعلق

خواجہ صاحب کی ایک پرانی تحریر

عقائد کس نے تبدیل کئے ہیں؟

تھوڑا ہی عرصہ ہوا۔ خواجہ کمال الدین صاحب کا ایک مضمون بعنوان "مسلمانوں میں کوئی فرق نہیں" اخبار ہمدم میں چھپا تھا۔ اسمیں انہوں نے غیر احمدیوں کو اپنے ساتھ ملانے یا خود ان کے ساتھ ملنے کے لئے یہ ظاہر کرنے کی کوشش کی تھی۔ کہ احمدیوں اور غیر احمدیوں میں اصولی طور پر کوئی فرق نہیں ہے۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو مانے بغیر بھی ایک انسان مسلمان ہو سکتا ہے چنانچہ انکے اصل الفاظ یہ تھے :۔

"اللہ - ملائکہ - کتب - رسول - یوم آخر - قدر خیر و شر - روز حشر اجساد - ان ساتوں باتوں کے ماننے سے ایک شخص مسلمان ہو جاتا ہے - مثلاً ایک شخص کا اسی قدر فرض ہے کہ وہ ان بزرگوں کو رسول مان لے - جن کا ذکر قرآن کریم میں آیا ہے وہ رسول کس کے بیٹے تھے - کس طرح پیدا ہوئے کس طرح مرے - یہ جزو ایمان نہیں - نہ از روئے قرآن کسی کی رسالت پر ایمان لانا ہمارا فرض ہو جس کا ذکر قرآن کریم میں نہیں - کسی کی خوشی ہے کہ رام چندر جی - کرشن جی یا کسی ایسے بزرگ کو رسول مانے - جسکی بعثت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے ہوئی - خواہ اس کا ذکر قرآن کریم میں ہو یا نہ ہو - لیکن ایک مسلمان کسی ایسے شخص کو رسول نہیں مان سکتا - جو آنحضرت صلعم کے بعد پیدا ہو"

یہاں خواجہ صاحب نے ان بزرگوں کو جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے پہلے ہوئے - مگر ان کا ذکر قرآن کریم میں نہیں نبی ماننا یا نہ ماننا ہر ایک کی مرضی پر رکھا ہے - لیکن اس امر کا فیصلہ نہایت جرأت اور دلیری سے اپنے قلم باطل رقم سے کر دیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آ سکتا - کیونکہ آپ لکھتے ہیں کہ "ایک مسلمان کسی ایسے شخص کو رسول نہیں مان سکتا - جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد پیدا ہو"

اس سے خواجہ صاحب نے غیر احمدیوں کو یہ بتایا ہے کہ اگر مرزا صاحب کا دعوےٰ نبی ہونے کا ہے بھی - تو بھی انکا انکار کرنا نہ صرف کسی نقصان کا باعث نہیں بلکہ بہت ضروری اور لازمی ہے - کیونکہ مرزا صاحب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد پیدا ہوئے ہیں - اور ایک مسلمان کسی ایسے شخص کو رسول نہیں مان سکتا - جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد پیدا ہو - اس لئے مسلمان ہونے کے لئے ضروری ہے کہ مرزا صاحب کو نبی نہ مانا جائے۔

یہ تو خواجہ صاحب نے حضرت مسیح موعود کو بحیثیت نبی نہ ماننے کا فتوےٰ دیا - اور مسلمان ہونے کے لئے ضروری قرار دیا کہ اس فتوے پر عمل کیا جائے - ورنہ جو اس پر عمل نہیں کریگا - وہ مسلمان ہی نہیں رہے گا۔

اسکے بعد حضرت مسیح موعود کو بطور مجدد کے پیش کر کے انہوں نے اسبات کا بھی جھگڑا چکا دیا - کہ اس حیثیت سے بھی حضرت مسیح موعود کو ماننے کی کوئی ضرورت نہیں ہے چنانچہ غیر احمدیوں کو مخاطب کر کے فرماتے ہیں :۔

"وہ (حضرت مسیح موعود) اس صدی کے مجدد اپنے آپ کو ظاہر کرتے ہیں - اگر مجدد والی حدیث کو غلط ثابت کر دو - تو ان (حضرت مسیح) کا دعوی خود بخود غلط ہو جاوے گا"۔

چلو فیصلہ ہوا - اگر کوئی مجدد والی حدیث کو غلط ثابت کر دے تو حضرت مسیح موعود کا دعوےٰ خود بخود غلط ہو جائیگا۔

خواجہ صاحب کے اس ارشاد کی تعمیل میں انکے پرانے یار غار اور ہم پیالہ و ہم نوالہ دوست مولوی ظفر علیخان صاحب سابق ایڈیٹر زمیندار حال ایڈیٹر ستارہ صبح بہت کچھ قلم فرسائی کر چکے ہیں - اور اس وقت تک نہ تو خواجہ صاحب نے انکے جواب میں کچھ لکھا ہے - اور نہ ہی ان کے ہم خیالوں نے کچھ لکھنے کی ضرورت سمجھی ہے - اس لئے اگر ہم یہ سمجھیں کہ خواجہ صاحب نے حسب وعدہ حضرت مسیح موعود کے مجدد ہونے کے دعویٰ کو بھی غلط سمجھ لیا ہے - تو بالکل جائز اور درست ہو گا - لیکن اگر مولوی ظفر علی صاحب کی تحریر سے خواجہ صاحب کی پوری تسلی نہ ہوئی ہو یا ابھی تک انہوں نے حضرت مسیح موعود کے مجدد اور مسیح موعود ہونے سے انکار کرنے کی ضرورت نہ سمجھی ہو - تو بھی یہ کوئی ایسی باتیں نہیں - جنکے ماننے اور نہ ماننے والوں میں خواجہ صاحب کے نزدیک کوئی فرق اور امتیاز ہو یا ان کا ماننا کسی مسلمان کے لئے ضروری ہو - چنانچہ آپ ارقام فرماتے ہیں

"رہا ان (مسیح موعود) کا یہ کہنا کہ میں مسیح ہوں تو پھر اگر کسی آنیوالے مسیح کی حدیثیں سچی ہیں - تو پھر ان متقدمین کے نزدیک جو مسیح ناصری کو وفات یافتہ مانتے ہیں - آنیوالے اور آنیوالا مسیح الفاظ حدیث کے ماتحت امامکم منکم کوئی امتی ہو گا - کوئی تم میں سے ہو گا - کوئی غلام احمد ہو گا - پھر اگر مرزا صاحب اس مسیحیت کے مدعی ہیں - تو جو انہیں نہیں مانتا - نہ مانے - دعویٰ بحیثیت دعوےٰ مسیحیت تو کسی اصول اسلام کے خلاف نہیں"

اس عبارت کا سوائے اسکے اور کیا مطلب ہو سکتا ہے کہ اگر حضرت مسیح موعود کا دعویٰ مسیحیت سچا بھی ہے - تو بھی جو آپ کو نہیں مانتا نہ مانے - اس کا کچھ ہرج نہیں ہے - ان باتوں کے لکھنے کے بعد خواجہ صاحب نے یہ الفاظ بھی لکھے تھے۔

"یہ میرا مذہب آج سے نہیں پیشتر سے ہے یہی مذہب میں نے اپنے مرشد حضرت مرزا غلام احمد صاحب سے سیکھا یہی مذہب میں نے حضرت قبلہ مولوی نور الدین صاحب سے سیکھا"

حضرت مسیح موعود اور حضرت خلیفہ اولؓ کے متعلق جس غلط بیانی اور دھوکہ دہی سے خواجہ صاحب نے کام لیا تھا - اس کی قلعی ہم ۳۰ جنوری ۱۹۱۷ء کے الفضل میں کھول چکے ہیں - اور حضرت مسیح موعود اور حضرت خلیفہ اولؓ کی اپنی

تحریروں سے ثابت کر چکے ہیں کہ خواجہ صاحب نے دوسروں کو دھوکہ میں ڈالنے کے لئے یہ خطرناک کارروائی کی ہے۔ اب ہم یہ بتانا چاہتے ہیں کہ اخبار ہمدم میں خواجہ صاحب نے جو کچھ لکھا تھا۔ وہ ان کا اپنا بھی پہلا عقیدہ نہ تھا۔ بلکہ پہلے بالکل اسکے برعکس عقیدہ رکھتے تھے ۔

اور ہم خواجہ صاحب کی تحریروں سے یہ ثابت کر آئے ہیں کہ ان کے نزدیک مسلمان بننے کے لئے حضرت مسیح موعود کو کسی حیثیت سے بھی ماننے کی ضرورت نہیں۔ آپ کو نبی مان کر تو کوئی مسلمان ہی نہیں رہ سکتا۔ مجددیت کا دعویٰ مجدد والی حدیث کے غلط ثابت کر دینے سے خود بخود غلط ہو جاتا ہے باقی رہی مسیحیت اسے کوئی مانے یا نہ مانے ایک ہی بات ہے یہ خواجہ صاحب کا موجودہ مذہب اور عقیدہ ہے جسکے متعلق وہ کہتے ہیں کہ یہ آج سے نہیں۔ بلکہ پیشتر سے ہے ۔

اسوقت ہم خواجہ صاحب کی تمام ان تحریروں سے قطع نظر کر کے جنمیں انہوں نے حضرت مسیح موعود کے ماننے کی ضرورت اہمیت کو بڑے زور کے ساتھ بیان کیا ہے۔ ان کا ایک خط پیش کرتے ہیں جو انہوں نے ایک استفسار کے جواب میں لکھا تھا۔ استفسار جناب منشی فرزند علی صاحب ہیڈ کلرک قلعہ فیروز پور کیطرف سے حضرت خلیفۃ المسیح اول کی خدمت میں جولائی ۱۹۰۹ء میں پہونچا تھا۔ جبکہ جناب منشی صاحب موصوف ابھی احمدیت کی تحقیق کر رہے تھے وہ استفسار مع جواب ۲۹ جولائی ۱۹۰۹ء کے بدر میں چھپ چکا ہے۔ جو یہ ہے کہ:۔

”جناب مرزا صاحب مرحوم یا اسوقت جناب کے ہاتھ پر بیعت کرنی کیوں ضروری ہے۔ اور اس سے کیا فائدہ ملتا ہے۔ ہر ایک مجدد اور امام کی بیعت ضروری ہوا کرتی ہے یا کہ مرزا صاحب کی اس امر میں خصوصیت ہے۔ اسکے لئے قرآنی دلیل کہاں ہے۔ اگر یہ کہا جاوے کہ یہ ایک معاہدہ ہوتا ہے۔ جو ایک شخص یعنی آدمی کسی بزرگ سے کرتا ہے کہ اوامر کی پابندی اور منکرات سے اجتناب کرونگا تو کیا خدا اور اسکے رسول اکرم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ معاہدہ کرنا کافی نہیں“۔

منشی صاحب موصوف نے اس استفسار کی ایک نقل خواجہ صاحب کو بھی بھیجی تھی۔ اس کے جواب میں خواجہ صاحب نے جو خط آپ کو لکھا تھا۔ وہ اب اتفاقاً مل گیا ہے۔ جو درج ذیل ہے ۔

(۱)

مکرمی السلام علیکم

آپ نے جو استفسار حضرت خلیفۃ المسیح سے کیا ہے اس کا جواب تو وہ خود ہی آپ کو دیں گے ۔ لیکن جس اصول پر آپ کا سوال مبنی ہے وہ [illegible]

[illegible]

[illegible] معاملہ دیکھا جاوے وہی اصول خاص رسالت [illegible]

[illegible]

[illegible] تمام امور جو رسول نے تعلیم کئے ہیں [illegible] خیال کرے کہ وہی روح اور روشنی ہے۔ اور حقیقت [illegible] قبول کرتا ہے اور [illegible] لیکن وہ ان تعلیموں کو خدا کی طرف سے الہام ہونا نہیں مانتا اور نبی کریم کی رسالت کا قائل نہیں [illegible]

(۲)

آیا یہ امر واسطے نجات کے کافی [illegible]

میرے نزدیک تو دونو باتیں ملتی جلتی ہیں اگر ایک شخص [illegible] رسول کی پابندی [illegible] ضروری ہے ۔ تو پھر اگر کسی مسیح موعود نے آنا ہے [illegible]

[illegible]

[illegible]

"آپ نے جو استفسار حضرت خلیفۃ المسیح سے کیا ہے۔ اس کا جواب تو وہ خود ہی آپ کو دینگے لیکن جس اصول پر آپ کا سوال مبنی ہے۔ وہ تو شاید بہت وسعت چاہتا ہے۔ کیوں اسی اصول کے معیار سے حضرت اقدس مرزا صاحب کا معاملہ دیکھا جاوے۔ وہی اصول جناب رسالتمآب پر کیوں نہ حاوی ہو۔ زید۔ تمام امور جو اسلام نے تعلیم کئے ہیں۔ بدیں خیال کہ ان میں روح اور راستی ہے۔ اور معقولیت سے باہر نہیں۔ قبول کرتا ہے۔ اور ان پر عامل ہے لیکن وہ ان اصولوں کو خدا تعالےٰ کی طرف سے الہام ہونا نہیں مانتا۔ اسلئے نبی کریم کی رسالت کا قائل نہیں۔ والا اس کا شعار اسلامی شعار ہے آیا یہ امر اس کی نجات کے لئے کافی نہیں ۞

میرے نزدیک تو دونوں باتیں یکساں ہی ہیں۔ اگر ایک شخص کی نجات کے لئے شعار اسلام کی پابندی کے علاوہ ایمان بالرسالت ضروری ہے۔ تو پھر اگر کسی مسیح موعود نے آنا ہے۔ اور اس شخص کے متعلق کوئی وعدہ ہے۔ تو پھر اسکے ظہور پر ایک شخص جو بہمہ نوع مسلمان ہے اس ایک شخص پر بھی جو خدا کے نزدیک مسیح ہے۔ اور اسکی شناخت اسی طرح ہوتی ہے جس طرح کسی نبی کی ہوسکتی ہے۔ ایمان لانا ضروری ہے یا اسکے بالعکس۔ اگر یہاں ایمان کی ذات واحد پر لانا ضروری نہیں۔ کیونکہ اعمال و شعار کافی ہے۔ تو پھر وہاں بھی شخصی ایمان کی ضرورت نہیں۔ شعار و اعمال کافی ہونگے۔"

کمال الدین

اصل استفسار کے الفاظ کو سامنے رکھ کر خواجہ صاحب کے مندرجہ بالا خط کو پڑھنے سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت خواجہ صاحب حضرت مسیح موعود پر ایمان لانا ایسا ہی ضروری سمجھتے تھے۔ جیسا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر۔ اور جسطرح خواجہ صاحب کے نزدیک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے بغیر شعار اور اعمال اسلام پر عمل کرنا عبث اور بے فائدہ تھا۔ اسی طرح حضرت مسیح موعود کو مانے بغیر شعار اسلام کوئی فائدہ نہیں دے سکتے۔ نیز اسوقت ان کے خیال میں حضرت مسیح موعود کے نبی ہونے کی شناخت بھی اسی طرح ہوسکتی تھی جس طرح اور کسی نبی کی۔ پس جس شخص کی قلم سے حضرت مسیح موعود کے متعلق یہ باتیں نکل چکی ہوں۔ اب اگر وہی یہ کہے کہ "ایک مسلمان کسی ایسے شخص کو رسول نہیں مان سکتا۔ جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد پیدا ہو" تو کس قدر حیرانی اور تعجب کی بات ہے۔ کیا خواجہ صاحب نے جب جناب منشی فرزند علی صاحب کو حضرت مسیح موعود کے متعلق یہ لکھا تھا کہ وہ اوس (حضرت مسیح موعود) کی شناخت اسی طرح ہوتی ہے۔ جس طرح کسی نبی کی ہوسکتی ہے" اوسوقت انہیں یہ معلوم نہ تہا۔ کہ حضرت مرزا صاحب تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد پیدا ہوئے ہیں۔ پھر ان کی شناخت کا اسی طرح ہونا جس طرح کسی نبی کی ہوسکتی ہے کیا معنے۔ پھر کیا جب انہوں نے یہ لکھا تھا کہ :۔

"اگر یہاں (حضرت مسیح موعود کے متعلق) ایمان کسی ذات واحد پر لانا ضروری نہیں۔ کیونکہ اعمال و شعار کافی ہے۔ تو پھر وہاں (آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر) بھی شخصی ایمان لانے کی ضرورت نہیں شعار و اعمال کافی ہونگے"

اسوقت بھی خواجہ صاحب نے حضرت مسیح موعود کا ماننا اور نہ ماننا برابر قرار دیا تہا۔ ہرگز نہیں۔ ان کے الفاظ صاف اور واضح ہیں اور بتا رہے ہیں۔ کہ اسوقت انکے نزدیک حضرت مسیح موعود کا ماننا ایسا ہی ضروری تھا۔ جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا لیکن افسوس آج وہ کہاں سے کہاں چلے گئے ۞

اس سے پتہ لگ سکتا ہے۔ کہ غیر مبائعین اپنے پہلے عقائد پر کہاں تک قائم ہیں۔ اور حضرت مسیح موعود کو پہلے کیا سمجھتے تھے۔ اور اب کیا سمجھتے ہیں۔ امید ہے کہ غیر مبائعین میں سے حق پسند افراد اسپر غور کرنے کی تکلیف فرماوینگے ۞

جنگ یورپ میں نقصانات

اسوقت تک موجودہ جنگ یورپ کی وجہ سے اہل دنیا جسقدر انواع و اقسام کے نقصان اُٹھا چکے۔ اور بد مصائب بن چکے ہیں۔ ان کا صحیح طور پر اندازہ لگانا مشکل ہی نہیں۔ بلکہ ناممکن ہے اور صحیح بات تو یہ ہے کہ اسوقت تک تمام سلطنتوں کا جو جانی اور مالی نقصان ہوا ہے۔ وہ مجموعی صورت میں انسانوں کے مقرر کردہ شمار و اعداد کے دائرہ سے باہر نکل چکا ہے لیکن گذشتہ دو سالوں میں مشغول پیکار سلطنتوں کو جس قدر اتلاف جان اور دیگر طریقوں سے انسانوں کی کمی کے ذریعہ نقصان اٹھانا پڑا ہے۔ اس کا کسی قدر اندازہ ان اعداد سے ہوسکتا ہے۔ جو ڈنمارک کی ایک جنگی سوسائٹی نے پیش کئے ہیں اور جو یہ ہیں

نام ملک	مقتول	مجروح	قیدی
آسٹریا ہنگری	۷۱۸۰۰۰ -	۲۱۷۲۱۷۰۰۰	۱۱ لاکھ
بلجیم	۵۰۰۰۰	۱۱۰۰۰۰	..
بلغاریہ	۲۵۰۰۰	۶۰۰۰۰	..
برطانیہ عظمیٰ	۳۰۵۰۰۰	۵۱۲۰۰۰	۵۰ ہزار
فرانس	۸۸۵۰۰۰	۳۱۱۵۰۰۰	۶½ لاکھ
جرمنی	۸۸۵۵۰۰۰	۲۱۱۶۰۰۰	۷۴
اطالیہ	۱۰۵۰۰۰	۲۲۵۰۰۰	۵۵ ہزار
روس	۱۴۹۸۰۰۰	۳۸۲۰۰۰۰	قریباً ۳۰ لاکھ
سرویہ	۱۱۰۰۰۰	۱۴۰۰۰۰	۵۰ ہزار
ٹرکی	۱۵۰۰۰۰	۳۵۰۰۰۰	۱ لاکھ ۵۰ ہزار
میزان	۴۶۳۱۰۰۰ -	۱۱۲۴۵۰۰۰ -	۴۴۴۰۰۰۰

ان اعداد پر سرسری نظر ڈالنے سے کیا ایک خوف خدا رکھنے والا انسان بے اختیار نہیں پکار اٹھتا ہے کہ موجودہ جنگ دنیا پر ایک ایسے عذاب کی صورت میں نازل ہو رہی ہے کہ جس کی نظیر پہلے کسی زمانہ میں نہیں مل سکتی۔ لیکن کیا نعوذ باللہ خدا تعالیٰ ظالم ہے کہ اسطرح بغیر کسی وجہ کے مخلوق کو ہلاکت اور تباہی

بسم اللہ الرحمن الرحیم ۔ نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

خطبۂ جمعہ

خدا کی راہ میں کام کرنیوالوں کو نصیحت

از حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ بنصرہ
فرمودہ ۳۰ - مارچ ۱۹۱۷ء

قل ھو اللہ احد اللہ الصمد لم یلد ولم یولد ولم یکن لہ کفوًا احد

بہت سے لوگ اس قسم کے ہوتے ہیں۔ کہ جو کسی اپنی خدمت کے لیے اپنے اوقات کا کوئی حصہ بھی نہیں نکال سکتے۔ پھر کچھ لوگ اس قسم کے ہوتے ہیں۔ جو اپنے دنیاوی کاموں سے کچھ وقت بچا کر دین کی خدمت کرنے میں لگا دیتے ہیں۔ ایسے دو گروہ ہیں۔ ایک وہ جو دین کی خدمت تو کرتے ہیں۔ لیکن ساتھ ہی انہیں اقرار ہوتا ہے۔ کہ ہم کچھ نہیں کرتے۔ اور دوسرے وہ جو کوئی کام کر کے اس پر فخر اور بڑائی کرتے ہیں۔ کہ ہم فلاں کام کرتے ہیں۔ یا فلاں خدمت خدا کے راستہ میں بجا لاتے ہیں۔ جو لوگ بالکل دین کی خدمت نہیں کرتے وہ بھی بے شک برے ہیں۔ لیکن وہ سست اور غافل کہلا سکتے ہیں۔ مگر وہ جو کسی خدمت کے کرنے کی توفیق پاتے ہیں۔ اور پھر اس پر اس طرح تکبر بڑائی اور فخر کرتے ہیں۔ کہ گویا اللہ تعالیٰ پر احسان جتلاتے ہیں وہ سست اور غافل نہیں کہے جا سکتے۔ بلکہ متکبر اور مشرک کہلاتے ہیں۔ کیوں؟ اسلئے کہ وہ خیال کرتے ہیں کہ خدا ہماری خدمت کا محتاج ہے۔ اور ہم نے خدمت کر کے خدا پر احسان کیا ہے۔

پھر جو لوگ کچھ خدمت کرتے ہوئے اقرار کرتے ہیں کہ ہم کچھ نہیں کر رہے۔ ہم سے جو کچھ ہوتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کے احسان اور فضل کے ماتحت ہی ہوتا ہے۔ انکے بھی دو گروہ ہیں۔ ایک تو وہ گروہ جو منہ سے کہتا ہے کہ ہم حقیقی کچھ نہیں کرتے اور نہ ہی کچھ کر سکتے ہیں۔ یہ اور اس طرح کے کلمات سے وہ اپنا انکسار اور عاجزی ظاہر کرتا ہے لیکن درحقیقت اسکے دلمیں تکبر ہوتا ہے۔ اور عملاً اسکے حرکات سے یہی ظاہر ہوتا ہے۔ کہ جیسے اپنی خدمات سے خدا پر احسان کر رہا ہے گو وہ منہ سے کہے۔ کہ ہم سے کیا ہو سکتا ہے۔ خدا کی توفیق اور فضل سے ہی ہمیں کچھ کرنے کا موقعہ ملا ہے۔ اور خدا کے احسانات کا کیا شکریہ ادا کر سکتے ہیں۔ لیکن درحقیقت یہ گروہ بھی انہی لوگوں میں شامل ہوتا ہے۔ جو خدا پر احسان رکھتے۔ اور اس کا اظہار اپنی زبانوں سے بھی کرتے ہیں۔ ایسے لوگوں کے دل کے گہرے گڑھوں اور پوشیدہ کونوں میں تکبر اور عجب بھرا ہوتا ہے۔ اس کا پتہ انکے اس انکسار سے لگ سکتا ہے۔ جو محض تکلف اور بناوٹ کے طور پر ہوتا ہے۔ ان میں حقیقی طور پر شکرگذاری کا مادہ نہیں ہوتا یہی وجہ ہے۔ جب کوئی موقعہ پڑتا ہے۔ تو ان کا سارا انکسار جاتا رہتا ہے۔ اور انکی حقیقت ظاہر ہو جاتی ہے ایسے انکسار کو عربی میں تواضع کہتے ہیں۔ اور یہ تکلف ہوتا ہے۔ کہتے ہیں۔ کسی جگہ دو ہندوستانی اکٹھے ہو گئے۔ وہ دونو ایسے علاقوں کے تھے۔ جہاں کے لوگوں کا دعویٰ تھا۔ کہ ہم تہذیب میں دوسرے علاقے کے لوگوں سے بڑھکر ہیں۔ اب گو تکلف بہت کم ہو گیا ہے۔ مگر مسلمانوں کے آخری زمانہ میں بہت بڑھ گیا تھا۔ اور وہ دونوں اس آخری زمانہ کے باقی ماندہ تھے۔ ان میں سے ایک سید تھا دوسرا مغل۔ دونوں سٹیشن پر کھڑے تھے۔ اتنے میں ریل آگئی۔ ایک نے دوسرے کو سوار ہونے کیلئے کہا۔ مرزا صاحب آپ گاڑی پر تشریف رکھیئے۔ دوسرے نے کہا میر صاحب آپ تشریف رکھیئے۔ اس طرح بار بار کہتے۔ اور اپنے متعلق عجز کے الفاظ استعمال کرتے رہے۔ کہ گاڑی چل پڑی۔ اب دونوں کو تکلف بھول گیا۔ اور جلد سوار ہونے کیلئے ایک دوسرے کو دھکے دینے لگے۔ یہی حالت ظاہری تواضع اور تکلف کی ہوا کرتی ہے۔ اور اسکی حقیقت اس وقت کھلتی ہے۔ جب خطرہ یا نقصان کا موقعہ آئے۔ اور ایسے وقت میں انسانوں کی آزمائش ہوتی ہے۔

- - - - - - - -

... مثلاً ایک شخص جو کوئی دینی خدمت کرتا ہے یا نہیں کرتا۔ مگر اپنی طرف سے کوشش کرتا ہے وہ اگر کہتا ہے۔ کہ میرے لیئے جو خدمت مقرر کی گئی ہے مجھ میں کہاں طاقت ہے۔ کہ اسکو اچھی طرح بجا لاسکوں۔ لیکن جہاں اس خدمت کے نتیجہ اور بدلہ میں اسے کچھ ملنے کی امید ہوتی ہے وہ اسکو نہیں ملتا بلکہ ایک ایسے شخص کو ملجاتا ہے جو اسکے خیال میں اس کا مستحق نہیں ہوتا۔ تو وہ کہدیتا ہے کہ حق تو میرا تھا۔ وہ کیوں لے گیا۔ یا مثلاً ایک غلام ہے۔ وہ آقا کو کہتا ہو۔ کہ جو کچھ آپ مجھے دیتے ہیں وہ آپ کی نوازش اور مہربانی ہے۔ ورنہ میری خدمات کچھ بھی نہیں۔ لیکن جب ایک ترقی یا انعام کا موقعہ آئے۔ اور آقا دوسرے کو دیدے۔ تو وہ یہ کہنے لگ جائے۔ کہ میری خدمات کی طرف کوئی توجہ نہیں کی گئی۔ تو اس سے اسکی انکساری کی حقیقت کھل جائے گی کیونکہ اگر واقعہ میں وہ اپنی خدمات کو حقیر سمجھتا ہوگا تو ایسے موقعہ پر اپنی حق تلفی نہیں سمجھیگا۔ لیکن اگر ایسے موقعہ پر وہ برا مناتا۔ اور چڑتا ہے۔ تو معلوم ہوا۔ کہ وہ اپنا کچھ حق سمجھتا تھا۔ اسوقت پتہ لگ جاتا ہے۔ کہ واقع میں اسمیں تواضع تھی۔ یا تکلف کے طور پر تواضع کا اظہار کرتا تھا۔

لیکن جو لوگ اس قسم کے امتحانوں میں کامیاب ہو جاتے ہیں۔ وہی اس بات کے مستحق ہوتے ہیں۔ کہ انہیں خدا تعالیٰ کے لیئے خدمت کرنیوالے سمجھا جائے۔ لیکن ایسے لوگ بہت کم ہوتے ہیں۔ اکثر ایسے ہی دیکھے گئے ہیں۔ کہ اپنے نزدیک جو اپنا وہ درجہ قرار دے لیں۔ اگر اسکے خلاف انسے سلوک ہو جائے۔ تو سب انکسار اور تواضع بھول جاتے ہیں۔ اور کہ اٹھتے ہیں۔ کہ ہماری خدمات کا کوئی لحاظ نہیں کیا گیا۔ یہی حال دینی امور میں بھی ہوتا ہے۔ بہت لوگ ایسے ہوتے ہیں۔ کہ جب کسی دینی امر میں اور کو ان پر فوقیت ملجائے۔ تو اعتراض کرنے شروع کر دیتے ہیں۔ پھر جن باتوں کا فیصلہ خدا تعالیٰ کرے۔ انکے متعلق بھی خدا تعالیٰ پر اعتراض کرنیوالے ہوتے ہیں۔ یوں تو کہیں گے۔ کہ اللہ کا ہم پر بڑا احسان اور فضل ہے۔ بڑے انعامات ہیں۔ مگر جب کوئی مصیبت آئے۔ تو کہدیتے ہیں کہ نمازیں پڑھکر اور روزے رکھکر دیکھ لیا کچھ فائدہ نہ ہوا۔ گویا وہ جو نمازیں پڑھتے اور روزے رکھتے تھے وہ خدا پر احسان کرتے تھے۔

میں نے بتایا ہے۔ کہ ایسے لوگوں کی حالت ان سے بھی بدتر ہوتی ہے۔ جو خدا کے راستہ میں کوئی کام ہی نہیں کرتے۔ ایک شخص جو نماز نہیں پڑھتا روزے نہیں رکھتا۔ وہ غافل اور بہت بڑی سزا کا مستحق ہے۔ مگر ایک ایسا شخص جو کوئی تبلیغی کام کرتا ہے۔ یا علم پڑھاتا ہے۔ خواہ وہ الفاظ میں اس بات کا احسان خدا تعالیٰ پر جتلاوے۔ خواہ اسکے دل کے کسی کونہ میں یہ بات مخفی ہو۔ کہ میں خدا تعالیٰ پر احسان کر رہا ہوں۔ وہ بہت زیادہ خطرہ میں ہے۔ کیونکہ پہلے انسان کی نسبت کہہ سکتے ہیں کہ اسکی سستی اور غفلت ہے۔ اور وہ سمجھتا ہے کہ مجھے خدا کی کوئی پروا نہیں۔ کہ اسکے احکام کو مانوں۔ مگر دوسرے انسان کے اعمال کا یہ ترجمہ ہوتا ہے۔ کہ وہ یہ سمجھتا ہے۔ کہ خدا میرا محتاج ہے۔ ان دونوں فقروں میں کہ ایک کہتا ہے مجھے خدا کی کوئی پروا نہیں اور دوسرا کہتا ہے۔ خدا میرا محتاج ہے۔ سمجھلو کہ کونسا زیادہ سخت ہے۔ اس میں شک نہیں۔ کہ پہلا فقرہ بھی بہت سخت اور بہت بڑی سزا کا موجب ہے۔ مگر دوسرا اس سے بھی زیادہ ہے پس یہ خیال بہت ہی خطرناک اور بُرے نتائج پیدا کرنیوالا اور انسان کو ہلاکت تک پہنچانے والا ہے۔ کیونکہ ایسے لوگوں کو ذرا ذرا سی بات پر ٹھوکر لگ جاتی ہے۔ ایک سمجھتا ہے۔ کہ یہ میرے حقوق ہیں۔ اور جب اس کے سمجھے ہوئے حقوق میں سے کچھ دوسرے کو مل جاتا ہے تو سب کچھ بھول جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ قل ھو اللہ احد کہو اللہ ایک ہے ہر بات میں وہ واحد ہے۔ اور کوئی اس کا شریک نہیں۔ اللہ الصمد اللہ وہ ہستی ہے۔ کہ ہر ایک چیز اسکی محتاج ہے۔ اور وہ کسی کا محتاج نہیں ہے۔

اس آیت میں مسلمانوں کو شرک سے بچنے کی تعلیم دینے کے علاوہ یہ بھی نصیحت کی گئی ہے۔ کہ اگر تم کوئی دینی خدمت کرتے ہو۔ تو یہ خدا تعالیٰ کا تم پر احسان ہے۔ کہ اس نے تمہیں ایسا موقعہ دیا۔ کہ تم خدا پر یا اسکی طرف سے جو جماعت کے انتظام کے لئے مقرر کیا جاتا ہے۔ اسپر کوئی احسان جتلاؤ۔ ایسا کرنے والے ہمیشہ ہلاک اور تباہ ہوا کرتے ہیں۔ دیکھ لو ہم میں سے ابھی جو لوگ علیحدہ ہوئے ہیں۔ وہ کون تھے۔ وہی تھے جنہوں نے کوئی کام کیا اور کہا کہ ہم نے بڑی بڑی دینی خدمتیں کی ہیں۔ خدا تعالیٰ نے انکو اپنی جماعت سے نکالکر اس طرح باہر پھینک دیا۔ جس طرح دودھ سے مکھی۔ ابھی مولوی محمد احسن صاحب جدا ہوئے ہیں۔ انکی بھی یہی حالت تھی۔ کہ بڑا فخر کیا کرتے اور کہتے تھے کہ میں نے یہ کیا وہ کیا۔ چونکہ اللہ تعالیٰ کو یہ بات سخت ناپسند ہے۔ کہ کوئی انسان اسپر احسان رکھے۔ اسلئے ایسے انسان ہمیشہ گرائے اور نیچے پھینکے جاتے ہیں۔ پس میں اپنی جماعت کے لوگوں کو خاص طور پر نصیحت کرتا ہوں۔ کہ گو وہ حصہ جو خطرناک طور پر اس مرض میں گرفتار تھا وہ نکل گیا ہے۔ مگر ابھی تک کچھ نہ کچھ ہے ہی۔ بعض کہتے ہیں۔ ہمیں فلاں حق کیوں نہیں دیا گیا۔ اور ہم سے فلاں قسم کا سلوک کیوں نہیں کیا گیا۔ میں کہتا ہوں۔ جب وہ دینی خدمت کرتے ہیں۔ تو پھر حق کیسا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت ایک جنگ کے موقعہ پر جبکہ حضرت عمرؓ خالدؓ اور ابو عبیدہؓ جیسے نامور اشخاص لشکر میں شامل تھے۔ اسامہ بن زید کو لشکر کا سپہ سالار بنایا گیا تھا جس کی عمر ۱۸ سال کی تھی۔ اور جس نے کوئی خدمت نہ کی تھی مگر بڑے بڑے صحابہ میں سے کسی ایک نے بھی یہ نہ کہا۔ کہ ہماری خدمات کی طرف توجہ نہیں کی گئی۔ واقعہ میں ہر ایک مومن کو ایسا ہی ہونا چاہیئے۔ کیونکہ جب اللہ کے لیئے دینی خدمت کیجائے۔ تو پھر اس کے کیا معنی کہ ہماری خدمات کا لحاظ نہیں کیا گیا۔ اللہ تعالیٰ تو انسانوں کو پہلے دیتا ہے۔ اور اسکے بعد وہ اسکے راستہ میں کچھ صرف کرتے ہیں۔ ایک نوکر اپنے آقا کی خدمت آیندہ ملنے والی تنخواہ کے لیئے کرتا ہے۔ مگر انسان جو اللہ تعالیٰ کے لیئے کام کرتا ہے۔ وہ اس انعام کے بدلہ کرتا ہے۔ جو اسے پیشتر مل چکا ہوتا ہے۔ خدا تعالیٰ چونکہ احد ہے۔ انسان اگر کسی سے کچھ کام لیتے ہیں۔ تو اس چیز کے بدلے میں جو بعد میں دیتے ہیں۔ لیکن اللہ اپنے بندوں کو جو کام بتلاتا ہے۔ وہ اسکے بدلے جو انہیں دے چکا ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو پیدا کیا۔ قویٰ دیئے دولت علم عقل وہمت دی اسکے بعد کہتا ہے۔ کہ انہیں سے کچھ ہمارے راستہ میں خرچ کرو۔ اللہ تعالیٰ یہ نہیں کہتا۔ کہ پہلے تم کوئی کام کرو۔ تو پھر میں تمہیں یہ چیزیں دونگا۔ کیونکہ ہر ایک چیز اس کی محتاج ہے۔ جب ہر چیز محتاج ہوئی۔ تو جب تک وہ چیزیں نہ دے۔ اسوقت تک کوئی کام کس طرح کر سکتا ہے۔ اسلیئے خدا تعالیٰ پہلے دیتا ہے۔ اور پھر کہتا ہے۔ کہ اس طرح کرو۔ پس جب خدا تعالیٰ نے کچھ کرنے سے پہلے ہی دیدیتا ہے۔ تو پھر یہ کہنا کہ ہمارا حق نہیں ملا۔ یا ہماری خدمات کا لحاظ نہیں کیا گیا حد درجہ کی نادانی نہیں تو اور کیا ہے۔ یہ تو ایسی بات ہے۔ کہ ہم ایک مزدور کو بٹالہ بھیجیں اور آٹھ یا بارہ آنہ مزدوری اسے پہلے دیدیں۔ لیکن وہ واپس آکر کہے۔ کہ مجھے کچھ نہیں دیا گیا۔ یہ اسکی جہالت نہیں ہوگی تو اور کیا ہوگا۔ تو اللہ تعالیٰ پہلے دیتا ہے۔ اور بعد میں کام لیتا ہے۔ ایسی صورت میں دینی خدمت کرکے اپنا حق جتلانا گستاخی ہے۔ پس ایسے لوگ جو زبان سے تو کہتے ہیں۔ کہ ہم خدا کے لیئے کام کرتے ہیں۔ اور ہماری طاقت ہی کیا ہے۔ کہ کوئی دینی کام کر سکیں۔ جو کچھ ہوتا ہے خدا کے فضل سے ہی ہوتا ہے۔ وہ اسوقت جبکہ ان کی جگہ کسی دوسرے کو مقرر کر دیا جائے۔ یا ان کی نسبت کسی دوسرے کو کچھ زیادہ ملجائے۔ تو وہ بھی انہیں لوگوں میں شامل ہو جاتے ہیں۔ جو کوئی کام کرکے خدا تعالیٰ پر احسان جتلاتے ہیں اور یہ مرض جو انکے سینہ کے کسی کونہ میں مخفی ہوتا ہے۔ باہر نکل آتا ہے۔ اسلیئے سب دوستوں کو چاہیئے کہ اپنے نفسوں کا خاص طور پر مطالعہ کریں۔ اور اس مرض کو بالکل نکال دیں۔ مجھے حیرت ہوتی ہے۔ کہ اس جماعت میں بھی ایسے لوگ ہیں۔ جو ذرا سی بات پر کہدیتے ہیں۔ کہ ہماری حق تلفی ہوئی ہے۔ میں کہتا ہوں جب وہ دین کے لیئے اور خدا تعالیٰ کے لیئے کام کرتے ہیں۔ تو حق تلفی کے کیا معنی۔ دیکھو حضرت مسیح موعودؑ نے خدا تعالیٰ کے حضور کسقدر عاجزی اور انکساری اختیار کی ہے۔ فرماتے ہیں:۔ ؎

کرم خاکی ہوں میرے پیارے نہ آدم زاد ہوں
ہوں بشر کی جائے نفرت اور انسانوں کی عار

پھر فرماتے ہیں:۔ ؎

لوگ کہتے ہیں۔ کہ نالائق نہیں ہوتا قبول
میں تو نالائق بھی ہوکر پا گیا درگاہ میں بار

یہ ایک اتنا بڑا انسان اپنے متعلق کہتا ہے۔ جسکی نسبت تمام انبیاءؑ نے پیشگوئی کی۔ جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا موعود تھا۔ آپ کی امت میں بہت بڑے فتنہ کے وقت آپکا نائب مقرر ہو کر آیا تھا۔ اور آپ کا بروز ہو کر کھڑا ہوا تھا۔ پس جب وہ خدا تعالیٰ کے حضور اسقدر گرتا اور فروتنی اختیار کرتا ہے کہ اپنے آپ کو انسان بھی نہیں قرار دیتا ہے۔ تو اور کسی نے اسکے مقابلہ میں دین کی کیا خدمت کرنی ہے کہ خدا پر اپنا حق سمجھے۔ پھر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایسے عظیم الشان انسان ہیں جنکی غلامی سے حضرت مسیح موعودؑ جیسا انسان پیدا ہوا۔ جب حضرت عائشہؓ نے کہا۔ کہ آپ بھی عملوں کے ذریعہ جنت میں جائیں گے۔ تو آپ نے فرمایا نہیں میں بھی خدا کے فضل سے ہی جنت میں جاؤنگا۔ پس وہ انسان جو سید الانبیاء اور اگلے پچھلے تمام انسانوں کا سردار ہے وہ بھی جب خدا کا نام آتا ہے۔ تو کہتا ہے۔ کہ میرے عمل کیا اسکے فضل سے ہی جنت میں جاؤنگا۔ تو کیسا نادان ہے۔ وہ انسان جو ان کے خادموں کا غلام ہونے کا دعویٰ کرتا ہے۔ مگر اللہ تعالیٰ سے وہ مطالبہ کرتا ہے۔ جو انہوں نے بھی نہیں کیا وہ انکے غلاموں کا غلام ہونیکا مدعی ہے۔ مگر اللہ تعالیٰ کو اپنا غلام بنانا چاہتا ہے۔ حالانکہ کسی غلام کی یہ طاقت نہیں ہوتی۔ کہ اپنے آقا کا مقابلہ کرے۔ پھر جو غلاموں کا غلام ہو۔ اُس کا کیا حق ہو سکتا ہے۔ تو یہ بہت بری بات ہے۔ کہ جب بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں۔ کہ ہمیں اپنے حقوق نہیں ملے۔ تو بڑا شور مچاتے ہیں۔ ایسے لوگوں کو میں نصیحت کرتا ہوں۔ کہ اگر وہ کوئی دینی خدمت کرتے ہیں۔ تو انکے دل سے یہ خیال نکل جانا چاہیئے۔ جب تک انکو دینی خدمت کی توفیق ملتی ہے۔ انہیں سب کچھ مل رہا ہوتا ہے۔ لیکن جب انہیں حقوق کا خیال پیدا ہوتا ہے۔ تو ان کا سب کچھ جاتا رہتا ہے۔

خدا تعالیٰ ہماری جماعت کو توفیق دے۔ کہ وہ اللہ تعالیٰ کے احسانوں کو سمجھے۔ اور اس بات کا عملی طور پر ثبوت دے۔ کہ اللہ اس کا محتاج نہیں۔ بلکہ وہ اللہ کی محتاج ہے۔ خدا تعالیٰ ہماری جماعت کو ہر قسم کے تکبر سے بچائے۔ آمین:

جموں میں غیر مبائعین کی ناکامی

الحمد للہ رب العالمین۔

اللہ جلشانہٗ کا ہزار ہزار شکر ہے۔ جو ہمیشہ کمزوروں کی دستگیری کرتا ہے۔ اور زبردست اور مضبوط قوم کو ذلت دکھاتا ہے۔ یہاں کے غیر مبائعین جو قریباً دو ماہ سے ہماری تخریب و تذلیل کے درپے تھے اور بڑے زور سے مولوی محمد علیصاحب اور دیگر اکابر کے آنے پر جلسہ کی تیاریاں کر رہے تھے عام مسلمانوں کو ہمارے برخلاف کرتے اور ہر طرح سے بدظنی پھیلاتے تھے۔ ۵۔ مارچ ۱۹۱۷ء کی شب کو انہوں نے اپنے کیئے کی سزا بھگتی۔ اور ہمیں ذلیل کرنیکی بجائے خود ذلیل ہو گئے جسکی تفصیل یہ ہے۔ کہ یہاں کی انجمن اسلامیہ کا ۲۵۔ مارچ ۱۹۱۷ء کو آخری اجلاس تھا۔ مغرب کی نماز کے بعد مولوی محمد علیصاحب کا لکچر تھا۔ اور مولوی صدر الدین صاحب صدر جلسہ مقرر ہوئے تھے۔ ملک شیر محمد صاحب بھی موجود تھے جو غیر مبائعین میں ایک بڑے بارسوخ آدمی ہیں۔ اور اپنی فیاضی سے انجمن کے اراکین کے دل مسخر کئے ہوئے ہیں اور خود بھی انجمن کے کاموں میں خوب دلچسپی لیتے ہیں۔ مولوی محمد علیصاحب کی تقریر ختم نبوت کے بارہ میں تھی۔ اور وہ یہ لوگوں کے سامنے پیش کرتے رہے کہ حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں۔ یعنی آپکے بعد اب کوئی نبی کسی طرح کا بھی نہیں آسکتا۔ اور حدیث لا نبی بعدی سے استدلال کیا۔ کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد ہرگز کوئی نبی نہیں آسکتا۔ پھر انہوں نے ہماری طرف اشارہ کر کے کہا۔ کہ بعض لوگ نبوت کا دروازہ بند نہیں سمجھتے۔ انکو خوب سیدھا کرنا چاہیئے۔ ایک غیر احمدی نے جو اہل حدیث تھا۔ مولویصاحب کو ایک رقعہ کے ذریعہ پوچھا۔ کہ آپ اپنا "اندرونی عقیدہ" جو اشتہار میں آپکے برخلاف شائع ہوا ہے کھولکر بیان کریں۔ تا کہ لوگوں کی تشفی ہو۔ مولوی صاحب نے کہا۔ کہ میں بھی لباس کوٹ وغیرہ اتار کر اپنا اندرونی عقیدہ دکھا دیتا ہوں۔ جسپر لوگوں نے بہت ہنسی اڑائی۔ مولوی محمد علیصاحب نے اسکا جواب اس طرح دینا شروع کیا۔ کہ بیشک میں ریویو کا اڈیٹر رہا ہوں۔ اور صرف انگریزی ہی رسالہ میں ایک ٹریکٹ شائع کیا گیا تھا۔ اسمیں میں نے [illegible] کا لفظ استعمال کیا ہے۔ جو کئی معنوں میں آسکتا ہے۔ اردو میں ترجمہ کرنیوالوں نے غلطی کی ہے کہ [illegible] کا ترجمہ نبی و رسول کیا ہے اور اگر میں نے نبی کا لفظ کہیں استعمال کیا ہے۔ تو اسکو حدود اور شرائط سے جو جزوی نبوت ہے لکھا ہے اور جو رویا صالحہ یعنی سچی خوابیں ہیں۔ کیونکہ خوابیں ایک جز نبوت ہے ورنہ حاشا وکلا میرا عقیدہ یہ کبھی تھا اور نہ ہے۔ کہ حضرت مرزا صاحب نبی ہیں اور اگر کوئی تیرہ سو برس بھی ایک اعتقاد رکھے۔ اور پھر قرآن شریف کی اسکو سمجھ آجائے۔ تو وہ اپنا عقیدہ بدل سکتا ہے۔ یعنی اگر ہمارا عقیدہ پہلے مرزا صاحب کے زمانہ میں غلط رہا ہے۔ تو کچھ مضائقہ نہیں ہے۔ اب جبکہ قرآن شریف کے حکم سے جو خاتم النبیین میں درج ہے ہم مرزا صاحب کو نبی ماننا چھوڑ بیٹھے ہیں۔ انجمن کے جنرل سکرٹری صاحب اٹھے۔ اور مولویصاحب کو کہا۔ کہ ہم نہیں چاہتے۔ کہ یہاں کسی کا دل دکھایا جائے۔ ہماری انجمن میں تمام فرقوں کے لوگ ہیں۔ آپ اپنا لکچر صلح کل مضامین تک ہی محدود رکھیں۔ اب مولوی محمد علیصاحب نے رویہ پلٹا۔ مگر نزول مسیح کی حدیث کی تاویل کر کے حضرت عیسیٰؑ کی وفات ثابت کرنا چاہتے تھے۔ اسپر انکو دوبارہ روکا گیا کہ آپ پھر اختلافی مسائل کو چھیڑتے ہیں۔ اسوقت مولوی صاحب طیش میں آگئے۔ اور کہنے لگے کہ مجھے تو کہا گیا تھا۔ کہ اجلاس کا یہ وقت صرف ہمارے لیئے تھا۔ انکو جواب دیا گیا۔ کہ جس کسی نے آپ کو یہ کہا ہے۔ غلط کہا ہے۔ ہماری انجمن کا ہرگز یہ مقصد نہیں ہے۔ کہ کسی کے عقیدہ کے برخلاف کوئی بات کہی جائے۔ پھر مولوی محمد علیصاحب نے کچھ اسپر اصرار کیا۔ مگر انکو روک ہی دیا گیا۔ مولوی صدر الدین صاحب جو صدر جلسہ تھے۔ خاموش بیٹھے اس عبرتناک نظارہ کو دیکھا کیئے۔ خدا کی شان ایک وہ وقت تھا۔ کہ تمام لوگ مولوی صاحب کی تشریف آوری پر اٹھتے ہیں۔ اور اب یہ وقت ہے۔ کہ کوئی بھی انکا حامی اور مددگار نہیں بنتا۔ انکی ذلت کی وجہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات کا بیان کرنا نہیں تھا۔ کیونکہ وہ تو ایک دن پہلے مولوی صدر الدین صاحب بیان کر چکے تھے۔ اور کسی نے بھی ایسی مخالفت نہ کی تھی۔ مگر چونکہ مولوی محمد علی صاحب نے اخفائے حق کیا۔ اور امام پاک پر حملہ کرنا چاہا۔ اسلیئے خدا تعالیٰ نے اسکی اپنی ذلت کے سامان کر دیئے۔ اور ایسی تذلیل کی۔ کہ مولویصاحب راتوں رات ہی وہاں سے چلدیئے۔ اور اُن کی تمام امیدوں پر پانی پھر گیا۔

خاکسار خواجہ کرم داد خان احمدی [illegible]
جموں

کلاس والا میں آریہ سماج سے مباحثہ

کلاس والا ضلع سیالکوٹ میں تقریباً سب کے سب ہندو آریہ ہیں۔ سناتنیوں کے صرف دو چار ہی گھر ہونگے۔ یہاں ہر سال آریہ سماج کا جلسہ دھوم دھام سے ہوتا ہے۔ مگر اب کی دفعہ بہت تیاری اور انتظام سے کام لیا گیا تھا۔ اور اپنے جلسہ کو بارونق بنانے کے لئے آریہ سماج نے ہر ممکن ذریعہ سے کام لیا۔ اور دور دراز فاصلہ سے لیکچرار منگوائے گئے۔ اپنے لیکچراروں کے بل بوتے پر غیر معمولی طور سے مسلمانوں کو مباحثہ کے لئے بھی للکارا۔ اگرچہ وہاں غیر احمدی بھی رہتے ہیں۔ مگر ان کو اتنی طاقت کہاں کہ آریوں کا مقابلہ کر سکیں۔ آخر وہاں کے دو چار غریب احمدیوں کی رگ حمیت پھڑکی۔ انہوں نے میرے آقائے نامدار حضرت خلیفۃ المسیح کی خدمت میں آریہ سماج سے مباحثہ کے لئے آدمی بھیجنے کے واسطے لکھا۔ اور حضرت اقدس نے خاکسار ایڈیٹر نور کو مباحثہ پر جانے کے لئے حکم فرمایا۔

کلاس والا پہونچ کر معلوم ہوا کہ مباحثہ کے لئے تین مضامین مقرر ہو چکے ہیں۔ (۱) کیا آریہ دھرم عالمگیر ہے (۲) کیا نیوگ فطرت کے مطابق ہے (۳) قرآن مجید اسماری بیان کرتا ہے یا وید۔ ہر ایک مضمون کے لئے دو دو گھنٹے اور تینوں مضامین کے لئے چھ گھنٹے مقرر تھے مگر ہمارے پہونچنے پر آریہ سماج والوں نے کہا کہ ہم صرف دو گھنٹہ دے سکتے ہیں۔ اس سے زیادہ نہیں۔ اور ان دو گھنٹوں میں مضامین تین ہی رہینگے۔ یعنی فی مضمون بجائے دو گھنٹہ کے ہم صرف ۴۰ منٹ دینگے۔ اور وہ بھی آپ کے بولنے کے لئے صرف ۲۰ منٹ۔ ہم حیران کہ خدایا کیا کریں اور کیا نہ کریں۔ اتنی دور سے چلکر آئے۔ وقت قیمتی خرچ ہوا۔ روپیہ خرچ ہوا۔ اب یہ بجائے چھ گھنٹہ کے دو گھنٹہ دے رہے ہیں۔ آخر ہم نے آریہ سماج کے سامنے یہ سوال رکھا کہ اگر آپ چھ گھنٹہ کی بجائے دو گھنٹہ ہی وقت دینا چاہتے ہیں تو بجائے تین مضامین کے مضمون بھی ایک ہی رہنا چاہئیے۔ اسے آریہ سماج نے مان لیا اور مضمون زیر بحث قرار پایا کہ کیا آریہ دھرم عالمگیر ہے۔

خدا خدا کر کے سوا چار بجے بحث شروع ہوئی۔ مسلمانوں کی طرف سے خاکسار ایڈیٹر نور مناظر مقرر ہوا اور آریہ سماج کی طرف سے مہاشہ چرنجی لعل پریم۔

پہلے مجھے دس منٹ اعتراض کے لئے دیئے گئے۔ اور پھر دس منٹ مہاشہ چرنجی لعل پریم کو جواب کے لئے اس کے بعد پانچ پانچ منٹ کی ٹرن قرار پائی۔

مینے پہلے کھڑے ہو کر بیان کیا کہ "کیا آریہ دھرم عالمگیر ہے" کے سوال پر ہم دو طرح سے بحث کر سکتے ہیں۔ اول اس طرح کہ کیا آریہ سماج سے باہر رہتے ہوئے ہم آریہ دھرم میں ایسی خوبیاں پاتے ہیں۔ جو ہمیں اپنی طرف راغب کر سکیں دوم اس طرح کہ آریہ سماج کے اندر رہ کر ہم ایسی خصوصیتیں دیکھتے ہیں کہ آریہ سماج اناریہ لوگوں کو جذب کر سکے یا بالفاظ دیگر یوں کہنا چاہیئے کہ آریہ سماج کا اپنوں سے کیا سلوک ہے اور غیروں سے کیا برتاؤ۔

سو اسکے لئے ہم آریہ سماج کی کتب کی اوراق گردانی کرتے ہیں اور دیکھتے ہیں کہ آریہ سماج کی کتب ہمارے سامنے ان ہر دو پہلوؤں کے متعلق کیا تعلیم پیش کرتی ہیں۔

ہم ستیارتھ پرکاش کے صفحہ ۲۴۹ پر یہ لکھا پاتے ہیں

"جو بے رو رعایت انصاف کا روپ موصوف ایشور کے احکام ویدوں کے خلاف نہیں ہیں وہ دھرم اور جو ویدوں کے مخالف ہیں وہ ادھرم ہیں"

اب سوامی دیانند صاحب نے یہ دھرم اور ادھرم کی تعریف بیان کی ہے۔ اگر یہ بات یہاں تک ہی محدود رہتی۔ تو کوئی ہرج نہ تھا کیونکہ ہر ایک مذہب والا دوسرے مذہب والوں کو تقریباً ایسے ہی الفاظ میں یاد کیا کرتا ہے۔ کیا ہوا اگر ویدوں کے مخالف عقیدہ رکھنے والے کو ادھرمی کہدیا گیا۔ مگر جو بات سب سے زیادہ تکلیف دہ اور دل میں کپکپی پیدا کرنیوالی ہے۔ وہ دھرم اور ادھرم کی تعریف کرنے کے بعد ادھرمی لوگوں کے لئے جو فتوے دیا گیا ہے۔ وہ ہے۔ آپ حیران ہونگے۔ کہ وہ بے چینی پیدا کرنے والی کونسی بات ہے۔ لیجئے۔ اس کو بھی سنئے۔ سوامی دیانند صاحب اسی ستیارتھ پرکاش کے ۲۴۴ صفحہ پر تحریر فرماتے ہیں کہ

"ادھرمی خواہ سب سے بڑھ کر صاحب وسیلہ ہو نہایت طاقتور اور صاحب لیاقت بھی ہو۔ تو بھی انکی بربادی تنزل و تخریب میں لگا رہے۔ یعنی جہاں تک ہو سکے۔ وہاں تک انکی طاقت کو کم کرے"

اسپر اپنی باری میں مہاشہ پریم نے فرمایا کہ یہ تو ایک معمولی سی بات ہے۔ وہ کون آدمی ہے۔ جو سچائی سے پیار نہ رکھے۔ جھوٹ بولنا برا نہ سمجھے۔ اور بدکرداریوں کو روا رکھے۔ اس لئے وہ کام جو ویدوں کے مخالف ہیں۔ مثلاً جھوٹ بولنا جوا کھیلنا۔ سچائی سے پیار نہ رکھنا بدکرداریوں سے لگاؤ رکھنا۔ وہ کون مذہب ہے۔ جو ایسے لوگوں کی ترقی چاہتا ہو اس لئے اگر ویدوں نے یہ کہدیا کہ ایسے لوگوں کی تخریب اور بربادی میں لگے رہنا چاہیئے۔ تو فرمائیے اس پر کونسا اعتراض آسکتا ہے"

ایڈیٹر نور۔ مہاشہ جی جھوٹ نہ بولنا جوا نہ کھیلنا صرف یہی ویدوں کی تعلیم نہیں ہے۔ بلکہ اسکے علاوہ ویدوں کی کچھ اور تعلیم بھی ہے۔ جس کی پاداش میں آپ اس شخص یا ان لوگوں کی بربادی اور تخریب کے درپے رہینگے۔ آپ پوچھینگے۔ وہ کونسی آریہ سماج کی انوکھی اور نرالی تعلیم ہے جسے سوائے آریوں کے اور کوئی مذہب ماننے کے لئے تیار نہیں۔ کیا اسکے نہ ماننے کی پاداش میں آریہ سماج کے نزدیک وہ لوگ تخریب اور تباہی کے مستحق ہیں یا ترقی کے نہیں نہیں اسی پر بس نہیں ہے۔ اور سنئے۔

سوامی صاحب ستیارتھ پرکاش صفحہ ۳۴۲ ایڈیشن سوم میں فرماتے ہیں۔

"جو ویدوں اور شاستروں کو نہ مانتے انکو ذات سے خارج کر دیں۔ کیونکہ وہ دہریہ ہے"

پیارو! اسی پر اکتفا نہیں ہے۔ ہم ان لوگوں سے نہیں جو اس یا اس قسم کے لفظ سے گھبرانے والے ہوں۔ کیا ہوا۔ اگر اللہ اکبر کا نعرہ بلند کرنیوالے مسلمانوں ست سری اکال کا جیکارہ بلانے والے سکھ صاحبان کو ایشور کا دم بھرنے والے ہندوؤں کو پیارا خداوند۔ پیارا خاوند کی صدا بلند کرنے والے مسیحی صاحبان وغیرہ کو بھی دہریہ کہدیا گیا۔ ہمیں اس سے گھبراہٹ نہیں۔ گھبراہٹ صرف اس سلوک پہ ہے۔ جو دہریوں کی تعریف کرنے کے بعد ان کے لئے قرار دیا گیا ہے۔ اسکے لئے ہمیں کہیں دور جانے

کی ضرورت نہیں ہے۔ اسی ستیارتھ پرکاش کے صفحہ ۹۵ پر لکھا ہے۔

"وہ جو شخص وید اور عابد لوگوں کی بنائی ہوئی کتابوں کو نہیں مانتا۔ اس وید کے منکر کو ذات جماعت اور ملک سے نکال دینا چاہیئے۔"

صرف اسی پر اکتفا نہیں ہے۔ ذرا اور سنیئے۔ رگ وید بھاش مطبوعہ سمت ۱۹۳۵ بکرمی صفحہ ۷۴۲ پر سوامی صاحب فرماتے ہیں:۔

"وہ جو ناستک۔ نندک و ادہورت منش ہیں۔ وہ سب ہم لوگوں کے نواس استھان سے دور چلے جاویں کنتو نشچے کرکے اور دیشوں سے بھی دور ہو جاویں۔ ارتھات ادہرمی پرش کے دیش میں بھی نہ رہنے پاویں۔"

مطلب۔ جو ویدوں کے نہ ماننے والے دہریہ لوگ ہیں وہ سب ہماری جائے رہایش سے دور چلے جاویں۔ نہ صرف ہماری جائے رہایش سے ہی بلکہ دیگر ممالک سے بھی دور ہو جاویں نہ صرف اور ممالک سے ہی۔ بلکہ وہ صفحہ ہستی پر بھی نہ رہنے پاویں۔ کیوں! مہاشہ جی کیا یہ تعلیم عالمگیر ہو سکتی ہے؟

اس پر میرے مہربان مہاشہ چرنجی لعل پریم بہت چین بر جبین ہوئے۔ اور فرمانے لگے کہ تم ستیارتھ پرکاش کے حوالجات ہی دیتے ہو۔ بہتر ہوتا کہ کوئی وید کا بھی حوالہ دیتے۔ مگر وید تو دیکھا تک نہیں حوالہ کہاں سے دیتے کیا ہوا اگر ستیارتھ پرکاش میں یہ کہا گیا کہ ادہرمی لوگوں کو اپنی قریب نہیں رہنے دینا چاہیئے۔ مگر قرآن مجید میں تو اس سے بھی بڑھ کر تعلیم دیگئی۔ وہاں تو یہ لکھا ہے کہ "مارو مشرکوں کو جہاں پاؤ" مگر ہمارے ہاں تو صرف یہی لکھا ہے کہ ادہرمی لوگوں کو اپنے قریب نہ رہنے دو آپکے ہاں جان سے مارنے سے بھی دریغ نہیں کیا گیا۔

خاکسار نے کہا کہ مہاشہ جی بہتر ہوتا۔ جس جگہ یہ لکھا ہوا ہے کہ مارو مشرکوں کو ذرا اس کا سیاق و سباق بھی ملاحظہ فرما لیتے۔ جہاں یہ صاف لکھا ہے کہ لڑو ان مشرکوں سے جو تم سے لڑتے ہیں۔ بیشک قرآن مجید کا ایک ایک صفحہ دیکھ جائیں۔ آپ کہیں بھی نہ پائینگے۔ کہ اشاعت دین کے لئے کہیں سختی کا حکم دیا گیا ہو۔ بلکہ اسکے برخلاف قرآن مجید فرماتا ہے:۔

لا اکراہ فی الدین۔ یعنے دین میں کوئی زیادتی نہیں جس کا دل چاہے قبول کرے جس کا دل چاہے نہ کرے۔ پھر فرمایا۔ وقل الحق من ربکم فمن شاء فلیومن ومن شاء فلیکفر۔ تو کہدے یہ حق ہے تمہارے رب کی طرف سے۔ پس جو چاہے اس کو مانے اور جو چاہے نہ مانے۔ پھر فرمایا۔ قل یا ایہا الناس قد جاءکم الحق من ربکم فمن اہتدیٰ فانما یہتدی لنفسہ الخ۔ اے لوگو! تحقیق آگیا حق تمہارے رب کی طرف سے جو ہدایت پاتا ہے۔ اس کا فائدہ اس کی جان کو ملتا ہے۔ اور جو کجی راہ چھوڑتا ہے۔ اس کا نقصان اسکی جان کو ہے۔ اور میں تم پر کوئی کارساز نہیں ہوں دیکھو مہاشہ جی! یہ ہے قرآن مجید کی تعلیم۔ دنیا میں کوئی مذہب بھی اس طرح صلح اور آشتی کا دامن وسیع نہیں کرتا۔

ہم تو یہ سمجھے ہوئے تھے کہ ہمارا مباحثہ آریہ سماج سے ہے۔ اور آریہ سماج ستیارتھ پرکاش کو اپنی مسلمہ کتاب مانتا ہے۔ مگر میرے دوست مہاشہ چرنجی لعل پریم کہتے ہیں کہ کوئی وید کا حوالہ لاؤ۔ اگر ستیارتھ پرکاش کے حوالہ سے میرے دوست کی تسلی نہیں ہوئی تو لیجئے صاحب وید کا حوالہ بھی حاضر ہے:۔

رگوید اشٹک ۱ اول ادھیائے ۴ درگ ۱ کے منتر آٹھ کا دکھیان:۔

"وہ جو ناستک ڈاکو چور بشواش گھاتی فریبی ہٹ ہنسا آدی اتم کرموں میں وگھن ڈالنے والے ہیں سوارتھی ہیں۔ وید ودیا ودروہی انار یہ منش ہیں۔ ان سب دشٹوں کو مول ہست نشٹ کر دو۔"

مطلب۔ ویدک ایشور کا حکم ہے جو لوگ بیوقوف ان پڑھ ہیں۔ خود غرض اور گوشت خور ہیں۔ ویدک علوم کے مخالف ہیں وہ دہریئے ہیں۔ انہیں جڑوں سمیت غرق کرو۔ دیکھا مہاشہ جی وید مقدس کیسی رحم دلی کی تعلیم دیتا ہے صرف اسی پر بس نہیں ہے۔ ذرا آگے اور ملاحظہ فرمائیے اسی منتر کے آگے یہ لکھا ہے:۔

"وہ جن لوگوں نے برہمچریہ دھارن نہیں کیا اور گرہست اور بانپرست اور سنیاس وغیرہ نہ رکھا ہو یعنے جنھوں نے برہمچریہ گرہستی اور فقیری وغیرہ ان تینوں کو باری باری دھارن نہ کیا ہو ایسے لوگ یا تو ہمارا مذہب قبول کریں اور یا ہمارے غلام ہو کر رہیں۔ یا انکی زندگی کا خاتمہ ہو جائے یعنی جو لوگ بیاہ کرنے کے بعد فقیر نہیں بنتے۔ ایسے لوگ یا تو آریہ سماجی بن جائیں یا آریہ سماج کے چاکر ہو کر رہیں یا اپنی زندگی سے جواب دیں۔ بتلاؤ سکھو عیسائیو ساتنیوں مسلمانوں اب تمہاری کیا دلیل ہے؟"

اس پر میرے دوست مہاشہ چرنجی لعل پریم فرمانے لگے۔ کہ میں نے تو یہ سمجھا تھا کہ کسی ایک مسئلہ پر بحث ہوگی۔ یہاں تو حوالجات کے انبار رکھ دیئے گئے۔ مگر ہمارے دوست نے بجائے کسی حوالہ کی تردید کرنے کے ادہر ادہر ہاتھ پاؤں مارنے شروع کئے۔ یہ دیکھ کر آریہ سماج کے پریزیڈنٹ نے کھڑے ہو کر کہا کہ اب مہاشہ چرنجی لعل پریم کی بجائے دوسرے مہاشہ بحث کے لئے کھڑے ہونگے۔

ہم اس امر سے انکار نہیں کر سکتے کہ مہاشہ چرنجی لعل پریم نے جب تک مناظرہ کیا۔ تہذیب اور محبت کے ساتھ تبادلہ خیالات ہوتا رہا۔ اسکے بعد آریہ سماج نے دہرم دیو کو کھڑا کیا یہ دہرم دیو وہی ذات شریف ہے۔ جسنے پچھلے سال جیل پور میں مولوی ثناء اللہ صاحب سے مباحثہ کیا تھا۔ اول تو مسافر آگرہ کا سارا خاندان ہی مشہور زبان دراز ہے۔ مگر اس ذات شریف نے اپنی گندہ دہنی میں اپنے بڑوں کو بھی مات کر رکھا ہے۔ لطف کی بات یہ کہ جب ہم کھڑے ہوئے۔ تو پردھان آریہ سماج کی طرف سے کہا گیا کہ اب ویدک دہرم عالمگیر کی بجائے کوئی دوسرا مضمون لینا چاہیئے۔ ہم نے کہا کہ پہلے اس کا تصفیہ ہو جاوے۔ اسکے بعد کوئی دوسرا مضمون لیا جا سکتا ہے۔ مگر آریہ سماج خوب سمجھتا تھا کہ اس میں تو سراسر ناکامی ہے۔ اس لئے انہوں نے اس سے پہلو تہی کرنی شروع کی۔ آخر بے دیگر دوسرا نیوگ کا مسئلہ گفتگو کے لئے قرار پایا:

ہم نے کھڑے ہو کر کہا کہ اپنے خاوند کے جیتے جی بدوں قطع تعلق کسی دوسرے کے پاس جانا یہ عرف عام

اور قانون میں نہایت ہی قابل اعتراض فعل ہے *

دوم - ہر ایک مشتق اپنے مصدر کی طرف لوٹتا ہے پھر کیا وجہ ہے - کہ نیوگن کا بچہ نیوگی کی اولاد نہیں سمجھا جاتا ہے۔ حالانکہ وہ اسکے نطفہ سے ہوتا ہے - اسکے بعد دہرم ویر نے علاوہ اور بہت سی یاوہ گوئی کے کہا کہ نیوگ محض اولاد کے لئے کیا جاتا ہے - اس میں کسی قسم کی بدکاری یا شہوانی مادہ کو دخل نہیں ہوتا - دوم نیوگی خاوند بیرج داتا کہلاتا ہے - چونکہ وہ بیرج (نطفہ) دان (خیرات) دیتا ہے - اسلئے اس دان پر اس کا کوئی دخل نہیں رہتا *

ہمنے اسکی یاوہ گوئی سے کنارہ کشی اختیار کرتے ہوئے کہا کہ اگر نیوگ محض اولاد کے لئے ہے - تو پھر سوامی صاحب نے ستیارتھ پرکاش صفحہ ۱۴۸ میں یہ کیوں لکھا ہے کہ :-

"ایک بیوہ عورت دو اولاد اپنے لئے اور دو دو دیگر چار نیوگ شدہ مردوں کے لئے پیدا کر سکتی ہے - اور ایک رنڈوا مرد بھی دو اولاد اپنے لئے اور دو دو دیگر چار بیوگان کے لئے پیدا کر سکتا ہے - اسی طرح سب کو دس دس اولاد پیدا کرنے کی اجازت ہے "

اب خیال کرو کہ اگر محض اولاد کی پراپتی کے لئے نیوگ تھا - تو کیا ایک لڑکا اولاد نہیں دو لڑکے اولاد نہیں دس تک کی اجازت چہ معنی دارد ؟

آریہ مہاشہ نے اٹھ کر پھر ہاتھ پاؤں بہت مارے - مگر قطعاً اس کا کوئی جواب نہ دے سکا - ہاں اپنی گندہ دہنی سے محفل میں سخت بدمزگی پیدا کرتا رہا - پھر اس بات پر زور دیا کہ نیوگ اولاد کے لئے ہے - اور وہ بھی سخت اضطراری حالت میں اور شہوانی غلبہ یا کسی اور نیت سے نیوگ کی اجازت ہرگز ہرگز نہیں دیگئی *

ہمنے اسکے جواب میں کہا کہ سنئے مہاشہ صاحب سوامی دیانند صاحب ستیارتھ پرکاش صفحہ ۱۴۵ میں فرماتے ہیں :-

"جب ایک بیاہ ہو گا ایک مرد کے لئے ایک عورت - اور ایک عورت کے لئے ایک مرد ہو گا - اس عرصہ میں عورت حاملہ دائم المریض یا مرد دائم المریض ہو جائے - اور دونوں کا عالم شباب ہو اور رہا نہ جائے تو پھر کیا کریں "

جواب - اس کا جواب نیوگ کے مضمون میں دے آئے ہیں اگر حاملہ عورت سے ایک سال تک صحبت نہ کرنے کے عرصہ میں مرد سے یا دائم المریض مرد کی عورت سے نہ رہا جائے تو کسی سے نیوگ کریں "

اس سے صاف ظاہر ہے کہ نیوگ کی کیا غرض ہے -

دہرم ویر نے اٹھ کر علاوہ بہت سی گندہ دہنی اور یاوہ گوئی کے یہ کہا - کہ دیکھو اس جگہ اگر جملہ شرطیہ ہے کہ اگر اس سے رہا نہ جائے تو وہ ایسا کرے - اضطراری حالت کی بات ہے ہمنے کہا کہ دیکھو اب مطلقاً اولاد کا سوال تو جاتا رہا - اب "رہا نہ جائے " یہ بات آرہی - مگر ایک مرد کسی غیر عورت کے پاس جا کر ایسے بُرے فعل کا مرتکب ہوتا ہے - جسے عام بول چال میں زنا کہتے ہیں تو کیا وہ یہ کہکر کہ مجھ سے رہا نہیں گیا تھا - قانونی گرفت سے بچ جائیگا کیا پھر ایک شخص غریبی کے ہاتھوں تنگ ہے - اس سے رہا نہیں جاتا - وہ رات کو کھلے گھر جا کر سیندھ لگاتا ہے - تو کیا اسکے یہ کہنے پر کہ مجھ سے رہا نہیں جاتا تھا - قانونی گرفت سے آزاد ہو جائیگا - پھر ایک آدمی کے پاس پگڑی نہیں اسکے سر کو سخت سردی لگتی ہے اور اس سے رہا نہیں جاتا - اور وہ اپنی اس خواہش کو پورا کرنے کے لئے پہلے لوگوں کی پگڑیاں اتارنی شروع کر دیتا ہے - تو کیا اس کی یہ ناروا حرکت " رہا نہیں جاتا " کی آڑ سے قانونی گرفت سے اُسے بچا سکیگی - قطعاً نہیں باقی آپکا یہ کہنا کہ نیوگ اضطراری حالت میں ہے - ذرا اس کے متعلق بھی سوامی دیانند صاحب کا ارشاد سن لیجئیگا -

شری سوامی دیانند صاحب ستیارتھ پرکاش کے صفحہ ۱۴۵ پر فرماتے ہیں کہ :-

"عورت اور مرد کی پیدائش کا یہی مدعا ہے کہ وہ وید کے حکم کے مطابق بیاہ یا نیوگ سے اولاد پیدا کریں "

اب اسجگہ سوامی صاحب نے انسانی زندگی کی علت غائی یہ بتلائی ہے کہ وہ نیوگ کرے - اب اضطراری اور علت غائی میں زمین و آسمان کا فرق ہے - علت غائی وہ چیز ہے کہ جس کا کرنا از بس ضروری اور لازمی ہے - اضطراری وہ حالت ہے کہ مجبوراً قہر درویش بجان درویش کسی چیز کو کیا جائے سوامی دیانند صاحب نیوگ کو اضطراری حالت کا فعل نہیں بتلاتے بلکہ انسانی زندگی کی علت غائی قرار دیتے ہیں *

اسکے بعد اپنے ہاں مولانا مولوی ابراہیم صاحب بقاپوری کی صداقت اسلام پر دو زبردست تقریریں ہوئیں - اور آریہ دہرم پر خاکسار کا ایک لیکچر ہوا - حاضری نہایت اچھی تھی - جس میں غیر احمدی اور سکھ اور ساتنی بھی کثرت سے تھے جن پر نہایت عمدہ اثر ہوا - (محمد یوسف ایڈیٹر نور قادیان)

ضروری اطلاع

اخبار الفضل کا وہ پرچہ جس میں زار روس کے متعلق حضرت مسیح موعود کی پیشگوئی کے پورا ہونے کا ثبوت دیا گیا تھا جسقدر زائد چھپوایا گیا تھا - وہ ایک دو دن میں ہی احباب نے منگوا لیا - جزاہم اللہ احسن الجزاء - لیکن ہمیں افسوس ہے کہ ہم اسکے ختم ہو جانے کی وجہ سے کئی ایک درخواستوں کی تعمیل نہ کر سکے - لیکن احباب یہ سنکر خوش ہونگے - کہ حضرۃ خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز نے خود اسی پیشگوئی کے متعلق ایک زبردست مضمون زیب رقم فرمایا ہے - جو انشاء اللہ عنقریب چھپکر شائع ہو جائیگا - احباب اسے کثرت سے شائع کرنے کے لئے تیار رہیں *

ایک کشف پر حلف

میاں عبداللہ صاحب سنوری نے حضرت مسیح موعود کے کشف پر مولوی ثناء اللہ کے روبرو جو حلف اُٹھائی تھی - اُسکی رُوئداد ایک رسالہ کی صورت میں چھاپی گئی ہے - احباب [illegible] اک چھیکر مفت دفتر الفضل سے منگوائیں - اور سمجھدار لوگوں میں تقسیم کریں *

ضروری گذارش

خط و کتابت کرتے وقت اپنی چٹ کے نمبر خریداری کا حوالہ ضرور تحریر فرمایا کریں کیونکہ بغیر نمبر کے نام کی تلاش میں بڑی دقت ہوتی ہے *

جنگ کی خبریں

امریکہ کی جنگ میں شمولیت کے لئے تیاری

جنگ کے لئے ریزولیوشن

لنڈن - ۳ - اپریل - واشنگٹن مسٹر فلوڈ نے جو کہ دار المبعوثین کی مجلس خارجہ کے صدر ہیں۔ ایک ریزولیوشن تیار کیا ہے جس میں بتایا ہے۔ ممالک متحدہ اور جرمنی کے مابین جنگ کی حالت رونما ہو چکی ہے۔ اس ریزولیوشن کے ایک فقرہ میں پریذیڈنٹ کو لڑائی کا اختیار دیا گیا ہے ؎

لنڈن ۳ - اپریل - واشنگٹن۔ مسٹر فلوڈ کے ریزولیوشن کا خلاصہ حسب ذیل ہے۔ بحالیکہ امپیریل جرمن گورنمنٹ کا موجودہ رویہ گورنمنٹ ممالک متحدہ اور اسکے باشندگان کے خلاف جنگ سے کسی صورت میں بھی کم نہیں۔ اس لئے ممالک متحدہ امریکہ کی سینٹ اور دار المبعوثین نے اسکی کانگریس میں یہ تجویز پیش کرنے کا فیصلہ کیا ہے کہ ممالک متحدہ امریکہ اور امپیریل جرمن گورنمنٹ کے مابین جنگ کا جس میں کہ ممالک متحدہ کو جرمنی نے مبتلا کر رکھا ہے۔ باقاعدہ طور پر اعلان کر دیا جائے۔ اور کہ پریذیڈنٹ کو اسبات کا اختیار ہونا چاہیئے۔ بلکہ ہے۔ کہ وہ نہ صرف ملک کی پورے طور پر حفاظت کی ہی فوراً تدابیر کریں۔ بلکہ ملک کی تمام طاقت کو بھی کام میں لائے۔ تمام سامانوں کے خرچ کرنے اور امپیریل جرمن گورنمنٹ کے خلاف لے لڑائی پر لیجانے کا بھی بندوبست کریں۔ اور ایک فتحمندانہ انجام کے لئے ساعی ہوں۔

جنگ جرمنی سے ہوگی نہ کہ جرمنوں سے

لنڈن - ۳ - اپریل - واشنگٹن مسٹر ولسن پیشبندی کے طور پر کانگریس کو بتائینگے کہ کس طرح سے جرمنی کی مفسدانہ کارروائیوں اور اس کی آبدوزوں کے تباہی انگیز مظالم نے ممالک متحدہ کو جرمن گورنمنٹ نہ کہ جرمن لوگوں کے خلاف جنگ پر آمادہ کیا ہے،

جنگ کے لئے مجبور

لنڈن - ۳ - اپریل - واشنگٹن دار المبعوثین کے انعقاد

پر مسٹر چیلبین نے بیان کیا کہ معاملہ فہمی اور عقل و دانش کو اپیلیں کرنا ناکام ثابت ہوا۔ ہم لڑائی سے محترز رہنا چاہتے ہیں۔ لیکن اگر خواہ مخواہ ہمیں اس میں حصہ لینے پر مجبور کیا جاتا ہے تو پھر ہر ایک امریکن اپنے پریذیڈنٹ کو امریکہ کی حفاظت کے لئے کھڑا کر دیگا ؎

امریکہ اتحادیوں کے ساتھ

لنڈن ۳ اپریل - واشنگٹن مسٹر ولسن نے کانگریس سے یہ اعلان کرنے کو کہا۔ کہ ممالک متحدہ اور جرمنی کے درمیان ایک جنگ کی صورت پیدا ہو چکی ہے۔ نیز بیان کیا کہ جنگ میں امریکہ اتحادیوں کا شریک ہوگا۔ اور مالی اخراجات میں فراخ حوصلگی کے ساتھ حصہ لیگا پانچ لاکھ کی سپاہ تیار کرنے کے لئے بھی مسٹر ولسن نے درخواست کی ؎

(بعد کی خبر) مسٹر ولسن کی تقریر کے اختتام پر کانگریس بغیر کسی عملی کارروائی کے آج کے دن پر ملتوی ہوئی

پریذیڈنٹ ولسن کی تقریر

بعد کی خبر۔ مسٹر ولسن نے اپنی تقریر کانگریس کے شروع میں جرمن آبدوزوں کی دستبرد پر روشنی ڈالی۔ اور زیادہ تر موجودہ حالت پر ہی بحث کی۔ بالخصوص بلجیم کے امدادی جہازات کو جن کے پاس جرمنوں کا پروانہ راہداری بھی تھا۔ بڑی بے رحمی اور وحشیانہ پن کے ساتھ بین الاقوامی قوانین کو نظر انداز کرتے ہوئے غرق کر دیا۔ جرمنوں نے ان تمام باتوں میں جو دنیا کے باہمی تعلقات کے ساتھ بنیاد سمجھی جاسکتی ہیں۔ بالکل خلاف انسانیت سلوک کیا ہے۔ تجارت کے خلاف جرمنوں کی موجودہ جنگ گویا کل نسل انسانی سے معرکہ آرائی کے درپے ہونا ہے۔ انہوں نے تمام اقوام کو چیلنج دیا ہے۔ اور اس پر عمل پیرا ہو رہے ہے ہمارا مدعا ان سے کوئی انتقام لینا یا اپنی اعلےٰ جسمانی طاقت کو منوانا نہیں۔ بلکہ انسانی حقوق کی حفاظت کرنا ہوگا۔ جسکے لئے ہم ہی صرف مرد میدان ہیں ؎

ترکوں کو شکست فاش

برطانوی سپاہ فلسطین میں ترکوں کی ۲۰ ہزار فوج کو شکست دیکر اور

اشتہارات

ایک لڑکی کا نکاح

ایک شریف گھرانے کی لڑکی کے نکاح کے لئے جو سن بلوغت کو پہنچ چکی ہے ایک ایسے شریف احمدی لڑکے کی ضرورت ہے۔ جو قوم کا اعوان ہو۔ ضلع جالندھر کے رہنے والے کو ترجیح دیجائیگی۔ خط و کتابت معہ تفصیلی حالات کے بہت جلدی ایڈیٹر الفضل کے پتہ پر ہو۔

ضرورت رشتہ شادی

پہلی بیوی فوت ہو گئی ہے۔ ایک لڑکا تین سال کا۔ ایک لڑکی ۱½ ماہ کی ہے۔ میری عمر ۲۸ برس ہے۔ ذات جویہ۔ سکونت ڈیرہ غازیخان۔ ملازمت کرم پور تحصیل سیلسی ضلع ملتان۔ سب اورسیر محکمہ نہر تنخواہ مع بھتہ وغیرہ /۶۰ روپے۔ جائداد منقولہ و غیر منقولہ /۶۰۰۰ ہے۔ جو احباب ناطہ کرنا پسند کریں۔ میرے ساتھ براہ راست خط و کتابت کریں۔ عورت بیوہ یا باکرہ۔ احمدی۔ خواندہ نوجوان۔ ذات اجمال ہو ؎

خاکسار رسول بخش احمدی۔ سب اورسیر کرم پور سیلسی ضلع ملتان

سامان ورزش کیلئے احمدیوں کا اپنا کارخانہ

احمدی شائقین کی خدمت میں اس اشتہار کے ذریعہ اطلاع دیجاتی ہے کہ ہمارا کارخانہ ہر قسم کے سامان ورزش از قسم کرکٹ۔ ہاکی۔ فٹبال ٹینس بیڈمنٹن اور جمناسٹک وغیرہ مدت سولہ سال سے ہندوستان اور بیرون از ہندہم پہونچا رہا ہے لیکن ہنوز احمدی قوم نے زمانہ حال کی روش کے مطابق قومی مفاد کو مدنظر رکھتے ہوئے اس کارخانہ کی طرف بہت کم توجہ کی ہے۔ لہذا جو احباب سکولوں یا ملازم یا کسی اور جگہ سپورٹس کے سامان کی ضرورت ہو وہ خط لکھتے ہوں انکی خصوصاً و دیگر شائقین کی عموماً توجہ درکار ہے۔ قومی مرکز قادیان کے تعلیم الاسلام ہائی سکول کے ہیڈ ماسٹر مولانا مولوی محمد الدین صاحب بی۔ اے ہمارے کارخانہ کے متعلق فرماتے ہیں ؎

جناب من! میں یہ بات بلا تامل کہتا ہوں کہ میں آپکے کارخانہ سے ہر طرح سے خوش ہوں، آپ سامان کرکٹ و فٹبال کے متعلق فرمائشوں کی تعمیل نہایت مستعدی سے کرتے رہے ہیں۔ جو سامان ورزش مجھ کو بنا کر بھیجتے رہے۔ بلحاظ قیمت کے خوبی ساخت مقابلۃً نہایت ہی اطمینان بخش ثابت ہوتا رہا،،

آپکا صادق۔ محمد الدین۔ ہیڈ ماسٹر قادیان